 

29-09-2018

کراچی کے مسائل

مفتی منیب الرحمٰن

2018 کے قومی انتخابات میں کراچی کا منقسم مینڈیٹ آیا، قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے اعتبار سے بڑی اسٹیک ہولڈر جماعت پاکستان تحریکِ انصاف ہے اور ایم کیو ایم پاکستان کو بھی محدود نمائندگی ملی ہے۔ایم کیو ایم پاکستان میں انتشار کے باوجود اُن کی تنظیم یوسی اور سیکٹر کی سطح پر موجود ہے، لوگ اُن کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔اس کے برعکس پی ٹی آئی کی نچلی سطح پر کوئی تنظیم نہیں ہے، اُن کے قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کے دفاتر بھی نہیں ہیں کہ ضرورت مند لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے اُن سے رابطہ کریں۔بس ایک لہر کی صورت میں پی ٹی آئی کو ووٹ ملے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ نشستوں پر کامیاب ہوئے، جبکہ کافی پولنگ اسٹیشنوں پر، خاص طور پر ڈسٹرکٹ سنٹرل میں، پی ٹی آئی کے پولنگ ایجنٹ بھی نہیں تھے۔اب پاکستان تحریکِ انصاف پر کراچی والوں نے جو اعتماد کیا ہے، پی ٹی آئی اہلِ کراچی کا یہ قرض کیسے چکاتی ہے، اس کا سب کو بے چینی سے انتظار ہے، یہ سطور ہم اس مفروضے پر لکھ رہے ہیں کہ انتخابات شفاف ہوئے ہیں، اگرچہ ان کی شفافیت پر سوال بھی اٹھائے جارہے ہیں، جیساکہ تحریکِ لبیک پاکستان کا دعویٰ ہے کہ قومی اسمبلی کی نشست NA-245 اور NA-246 پر وہ جیتے ہوئے تھے، لیکن نادیدہ قوتوں نے انہیں زبردستی ہرایا، واللہ اعلم بالصواب۔

وزیر اعظم عمران خان نے کراچی کا ماسٹر پلان بنانے کی بات کی ہے، یہ درست حکمت عملی ہے۔اس پر پیپلز پارٹی کے ذمے داران نے اعتراض کیا ہے کہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت یہ صوبائی حکومت کا دائرہ اختیار ہے۔لیکن اگر وفاقی اور صوبائی حکومتیں باہمی اشتراک سے کراچی کا ماسٹر پلان بنائیں یا وفاقی حکومت ٹاؤن پلاننگ کی ماہر اور نامور کسی غیر سرکاری فرم سے یہ کام کرائے، تو یہ ایک طرح سے صوبائی حکومت کی معاونت ہوگی، اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ کراچی وفاق کے قبضے میں چلا جائے گا۔ماسٹر پلان شہری منصوبہ بندی اور شہری ضروریات یعنی مکانات، پانی، سیورج، بجلی، سڑکوں، شہری ٹرانسپورٹ اور ہر سطح کے تعلیمی اداروں، اسپتالوں، کھیل کے میدانوں اور رفاہی ضروریات کی منصوبہ بندی کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔

صدر ایوب خان کے زمانے تک مہاجرین کے دباؤ کے باوجود کراچی کی حالت بہت اچھی تھی، فیڈرل بی ایریا، ناظم آباد اور نارتھ ناظم آباد کی منصوبہ بندی بہترین تھی، مہاجرین کی آبادکاری کے لیے بھی جو اسکیمیں بنائی گئی تھیں، مثلاً: نیو کراچی، کورنگی، سعود آباد اور ملیر، وہ

بہترین تھیں۔اس کے علاوہ گلشن اقبال اور گلستانِ جوہر کی پلاننگ بھی اچھی تھی، یہ دونوں اسکیمیں ظلِ احمد نظامی مرحوم کی مہارت کا شاہکار تھیں،فیڈرل بی ایریا میں کوَرڈ ایریا اور گرین بیلٹ میں تقریباً ساٹھ اور چالیس کا تناسب تھا۔بعد میں گرین بیلٹ پر فلیٹوں کے جنگل بنادیے گئے۔

اس کے بعد اسکیم 33 کی صورت میں شہر کا بے ہنگم پھیلاؤ شروع ہوگیا۔نصف صدی ہوا چاہتی ہے کہ اس کی ڈولپمنٹ نہیں ہوسکی ۔اسی طرح سندھ گورنمنٹ نے ملیرڈولپمنٹ اتھارٹی قائم کر کے تیسر ٹاؤن کی اسکیم 45 شروع کی ،لوگوں سے پیسے وصول کرلیے، مگر آج تک ڈولپمنٹ نہیں ہوسکی، بعض الاٹ شدہ پلاٹوں پر قابضین بیٹھے ہوئے ہیں اور ملیرڈولپمنٹ اتھارٹی لاتعلق ہے یا اُس کی خاموش سرپرستی انہیں حاصل ہے۔اسی طرح لیاری ڈولپمنٹ اتھارٹی قائم کر کے ہاکس بے اسکیم 42 لانچ کی گئی،اب ڈیڑھ عشرے سے زائد عرصہ ہوچکا ہے ،لیکن ڈولپمنٹ کا نام ونشان نہیں ہے ،جب کہ لوگوں سے پیسے لیے جاچکے ہیں،اسی طرح اسکیم 25 شاہ لطیف ٹاؤن کا حال ہے ۔کراچی میں ابتدائی منصوبہ بندی بہت اچھی تھی، اسپتالوں، کھیل کے میدانوں اور تعلیمی اداروں کے لیے رفاہی پلاٹ وافر مقدار میں موجود تھے،اس حوالے سے اسلام آباد کے سوا پاکستان کا کوئی شہر کراچی کی نظیر نہیں تھا، یہ گرین بیلٹ نہ صرف موجودہ بلکہ آئندہ نسلوں کی امانت تھی، لیکن پھراس وقت کی صوبائی حکومت کی آشیر باد اور اسٹیبلشمنٹ کی پشت پناہی سے چائنا کٹنگ کے ذریعے اس امانت پر بھی غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا اور کئی لوگ ارب پتی بن گئے۔

خود اسلام آباد میں بعض سیکٹر ایک عرصے سے اس لیے آباد نہیں ہوسکے کہ سی ڈی اے نے وہاں ڈولپمنٹ کا کام کیا ہی نہیں، خاص طور پر جس سیکٹر میں متاثرین کو پلاٹ دیے گئے تھے، اُس میں ڈولپمنٹ کا کام سِرے سے ہوا ہی نہیں، کیونکہ وہ لوگ غریب ہیں اور بارسوخ نہیں ہیں۔پس ٹاؤن پلاننگ اور ماسٹر پلان ہر بڑے شہر کے لیے لازم ہے اور پہلے سے لانچ کی گئی اسکیم کی پوری ڈولپمنٹ کے بغیر آئندہ اسکیموں کے اجرا پر پابندی عائد ہونی چاہیے، اسی طرح پرائیوٹ ہاؤسنگ اسکیموں کو ازروئے قانون اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ رفاہی مقاصد کے لیے رقبہ مختص کرے، جس میں قبرستان بھی لازمی ہونے چاہییں۔

میڈیا سے معلوم ہوا ہے کہ وفاقی حکومت کراچی کے لیے ایک جامع پیکج دینا چاہتی ہے، یہ قابلِ تحسین بات ہے اور یہ کراچی والوں کا جناب عمران خان پر حق ہے، کیونکہ اہلِ کراچی نے انہیں ووٹ دے کر منتخب کیا ہے۔صوبائی حکومت کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ یہ فنڈ انہیں دے دیا جائے اور وہ خرچ کریں، جبکہ صوبائی حکومت کے بارے میں لوگوں کے شکوک وشبہات زیادہ ہوتے ہیں۔لہٰذا بہتر ہے کہ اس کے لیے گورنر سندھ کی سربراہی میں ایک ''کراچی ڈولپمنٹ بورڈ'' بنایا جائے، اس میں 2018 کے انتخابات کے نتائج کے تناسب سے پی ٹی آئی ،ایم کیوایم پاکستان اور پیپلز پارٹی کو نمائندگی دی جائے، اس بورڈ میں کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کا نمائندہ، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ فرم اور سینیئر آئینی وقانونی ماہر شامل ہونا چاہیے۔

ماضی میں جناب ظہور الحسن بھوپالی شہید نے اُس وقت کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل جناب ظلِ احمد نظامی کے ساتھ مل کر لائنز ایریا کے لیے ایک منصوبہ بنایا تھا، اس کو مختلف مراحل (Phases) میں تقسیم کیا تھا، پہلے فیز کے متاثرین کے لیے طے ہوا تھا کہ متبادل چھوٹے مکانات یا فلیٹس بنا کر انہیں وہاں منتقل کیا جائے گا اور پلاننگ کے مطابق وہاں کثیر المنزلہ فلیٹ تعمیر کر کے اگلے مرحلے کے

رہائشیوں کو وہاں منتقل کیا جائے گا، علیٰ ھذا القیاس پورے لوگ آباد بھی ہو جائیں گے، پوری بستی معیاری اور تمام شہری سہولتوں سے آراستہ ہوگی اور آخر میں کافی کشادہ جگہ بچ جائے گی جسے رفاہی اور تجارتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔ لیکن بھوپالی مرحوم کو شہید کر دیا گیا اور وہ منصوبہ بھی داخلِ دفتر ہو گیا۔ اب بھی جہانگیر روڈ، مارٹن کوارٹرز اور پاکستان کوارٹرز کے علاقوں میں وفاقی حکومت کے پرانے مکانات ہیں، جن پر ریٹائرمنٹ کے بعد بھی لوگ قابض ہیں، لیکن ان کے پاس ملکیتی حقوق نہیں ہیں، وہاں بھی جدید رہائشی اسکیم بنائی جاسکتی ہے، متاثرین کو آباد کرنے کے بعد بھی اتنی زمین بچ جائے گی کہ اگر اسے تجارتی بنیادوں پر بیچا جائے تو اکثر مصارف نکل سکتے ہیں اور وزیرِ اعظم نے مکانات کی فراہمی کا جو وعدہ کیا ہے، اُس پر بھی جزوی طور پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے بحریہ ٹاؤن کے ملک ریاض یا کسی اچھی شہرت کے حامل پرائیویٹ ٹاؤن پلانر اور بلڈر کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ پورا منصوبہ شفاف ہو، اس پر عمل درآمد کے لیے گارنٹی کی نقد رقم یا بنک گارنٹی پہلے سے حاصل کی جاچکی ہو۔

اسی طرح ریلوے کی مقبوضہ جگہ کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے کہ لوگ بے گھر بھی نہ ہوں، آبادیاں حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق اور ماحول دوست ہوں، نئے ہوائی منصوبے بنانے کے بجائے پہلے سے قائم کچی اور غیر قانونی آبادیوں کی بہتر منصوبہ بندی کی جائے، لوگوں کو مالکانہ بنیاد پر مکان یا فلیٹس بنا کر دیے جائیں اور اُن سے صرف اصل لاگت اقساط میں وصول کی جائے۔ وزیرِ اعظم نے اکتوبر میں پورے ملک میں صفائی کا اعلان کیا ہے، ہفتۂ صفائی جیسی ناکام مشقیں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں، لیکن وہ بے سود رہیں، صفائی کا انتظام مستقل بنیادوں پر ہونا چاہیے، سچی بات یہ ہے کہ ہمارے لوگوں میں Civic Sense یعنی شہری ذمے داریوں کا احساس نہیں ہے، اس کے لیے بھی کوئی تعزیری نظام ہونا چاہیے، ہمارے ادارے کے مین گیٹ کے سامنے سڑک پر ایک سیکنڈری اسکول، ایک پوسٹ گریجویٹ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اور کسٹمز اسپورٹس کمپلیکس ہے، لیکن سڑک کا فٹ پاتھ ہمیشہ کچرے سے بھرا رہتا ہے۔

وزیرِ اعظم نے کراچی میں مقیم بنگالی اور افغانی باشندوں کو، جن کی دوسری یا تیسری نسل چل رہی ہے، قومی شناختی کارڈ دینے کا اعلان کیا ہے، یہ درست ہے، یہ انسانی مسئلہ ہے، وہ لوگ کسی نہ کسی روزگار سے وابستہ ہیں اور اپنی بقائے حیات کے لیے کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ ہمیں سعودی عرب اور خلیج کے مسلم ممالک سے یہی شکوہ ہے کہ وہ اپنے ہاں پاکستانی تارکینِ وطن کو وہ حقوق دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں جو غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو حاصل ہیں اور آج کی دنیا میں عالمی سطح پر مسلّم اور مروّج ہیں، تو اگر ہم خود ایک اچھی مثال قائم کرسکیں تو قابلِ تحسین بات ہوگی، سب کا حقیقی رازق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اس کی رزاقی پر ہمارا ایمان کامل ہونا چاہیے۔ لیکن جو افغانی پاکستانی قومی شناختی کارڈ لینا چاہتے ہیں، انہیں اپنے افغان قومی شناختی کارڈ کو سرنڈر کرنا ہوگا۔ لیکن انسانی ہمدردی اور اخوتِ اسلامی پر مبنی یہ رواداری صوبۂ سندھ کی حکومت اور پاکستان بھر کی قوم پرست جماعتوں اور لبرلز کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے، بلوچستان کی بلوچ قوم پرست جماعتیں سمجھتی ہیں کہ اس صوبے کی آبادی میں اُن کا تناسب اور توازن بدل جائے گا، جبکہ پشتون قوم پرست جماعتیں اس کی حامی ہیں، لیکن اُن کے لیے بھی اس کا محرک انسانیت نوازی یا اخوتِ اسلامی نہیں ہے، بلکہ قوم پرستی ہے کہ آبادی میں اُن کا توازن بہتر ہو جائے گا۔

(روزنامہ دنیا، 29 ستمبر 2018ء)